ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL

Vol.9. No.1.2026

اسلامی نظامِ قضاء وعدل: تاریخی ارتقاء، قاضی کی تقرری، شرائط اور اختیارات کا تحقیقی مطالعہ

ISLAMIC SYSTEM OF JUDICIARY AND JUSTICE: A RESEARCH STUDY ON HISTORICAL DEVELOPMENT, APPOINTMENT OF JUDGES, QUALIFICATIONS, AND POWERS

***Azhar Hussain*[1]**
***Ayesha Saeed*[2]**
***Asia Asif*[3]**

Abstract

The Islamic system of judiciary and justice is a comprehensive, well-organized, and morally grounded framework whose foundations were laid during the Prophetic era. The Holy Prophet Muhammad ﷺ was divinely appointed to the office of judiciary and thus served as the first and highest judge of the Islamic society. Clear injunctions of the Qur'an testify that the perfection of faith is contingent upon wholehearted acceptance of the Prophet's ﷺ judgments. During his stay in Madinah, the Prophet ﷺ personally performed judicial functions, and later, due to the expansion of responsibilities, appointed various Companions (رضي الله عنهم) as judges, governors, and envoys in different regions.This research article examines the evolution of the judicial system across different periods of Islamic history—namely the Prophetic era, the Rightly Guided Caliphate, the Umayyad period, and the Abbasid period. It provides a detailed analysis of the procedures for the appointment of judges, their qualifications, powers, and responsibilities. Special emphasis is placed on the famous Letter on Judiciary of Caliph ʿUmar ibn al-Khaṭṭāb ,(رضي الله عنه) which is presented as a foundational charter of the Islamic judicial system. Its juristic, ethical, and practical significance is highlighted, as it has been regarded by the jurists, particularly Ibn al-Qayyim, as the cornerstone of Islamic justice.The article further elucidates the essential qualifications of a judge—such as Islam, maturity, sound intellect, freedom, moral integrity, sound hearing and vision, knowledge of Islamic law, and the capacity for independent legal reasoning (ijtihād)—in the light of the Qur'an, Sunnah, and classical juristic opinions. It also analyzes the authority responsible for judicial appointments, the role of the Chief Justice (Qāḍī al-Quḍāt), appointments at provincial and state levels, the rulings concerning acceptance or refusal of judicial office, and the powers and ethical conduct of judges.The study concludes that the Islamic judicial system is not merely a legal structure but a profound moral and spiritual responsibility aimed at eliminating oppression, providing justice to the oppressed, and establishing social peace and collective justice. In the contemporary era, the principles of Islamic judiciary offer a strong, just, and practicable model for modern legal systems, provided that their spirit and objectives are properly understood and effectively implemented.

Key words: ***Islamic System, Judiciary, Justice, Historical Development, Appointment of Judges***

تعارفِ موضوع

انسانی معاشرے کی بقا، استحکام اور ترقی کا انحصار عدل و انصاف کے قیام پر ہے۔ تاریخِ انسانی اس حقیقت کی گواہ ہے کہ جب بھی کسی معاشرے میں عدل پامال ہوا، ظلم و ناانصافی کو فروغ ملا، تو وہ معاشرہ انتشار، بدامنی اور زوال کا شکار ہوا۔ اسی لیے دنیا کے تمام مہذب نظاموں میں عدل کو مرکزی حیثیت حاصل رہی ہے، تاہم اسلامی نظامِ حیات میں عدل محض ایک قانونی یا انتظامی اصول نہیں بلکہ ایک دینی، اخلاقی اور روحانی فریضہ ہے، جسے ایمان، عبادات اور معاشرتی نظم کے ساتھ گہرا تعلق حاصل ہے۔ اسلامی نظامِ قضاء و عدل اسی ہمہ گیر تصورِ عدل کا عملی مظہر ہے، جو انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کو انصاف کی بنیاد پر منظم کرتا ہے۔ اسلام نے عدل کو اللہ تعالیٰ کی صفت اور اس کے نظامِ کائنات کی بنیاد قرار دیا ہے۔ قرآنِ مجید میں متعدد مقامات پر عدل و قسط کے قیام کا حکم دیا گیا ہے اور اسے انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا بنیادی مقصد بتایا گیا ہے۔ اسلامی شریعت میں عدل نہ صرف حقوق کی ادائیگی کا ضامن ہے بلکہ ظلم کے خاتمے، مظلوم کی دادرسی اور

---

[1] Ph.D Scholar Shaikh Zayed Islamic centre PU, azhar772235@gmail.com

[2] Ph.D Scholar, NUML University Islamabad

[3] M.phil GIFT University Gujranwala

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL

Vol.9. No.1.2026

معاشرتی توازن کے قیام کا ذریعہ بھی ہے۔ یہی عدل اسلامی نظامِ قضاء کے ذریعے عملی شکل اختیار کرتا ہے، جہاں قاضی شریعتِ الٰہی کی روشنی میں فیصلے صادر کرتا ہے۔ اسلامی نظامِ قضاء وعدل کی اساس عہدِ رسالت ﷺ میں رکھی گئی، جہاں رسول اکرم ﷺ خود اللہ تعالیٰ کی طرف سے منصبِ قضاء پر مامور تھے۔ آپ ﷺ اسلامی معاشرے کے اولین، اعلیٰ ترین اور کامل ترین قاضی تھے، جن کے فیصلے وحیِ الٰہی، عدلِ مطلق اور اخلاقِ عالیہ کا حسین امتزاج تھے۔ قرآنِ مجید اس حقیقت کو واضح کرتا ہے کہ ایمان کی تکمیل رسول اللہ ﷺ کے فیصلوں کو بلا تردد قبول کرنے میں مضمر ہے۔ مدینہ منورہ میں قیام کے دوران آپ ﷺ نے نہ صرف خود عدالتی فرائض انجام دیے بلکہ ایک منظم عدالتی روایت بھی قائم فرمائی، جس کی بنیاد شفافیت، مساوات اور انصاف پر تھی۔

جب اسلامی ریاست کا دائرہ وسیع ہوا تو رسول اکرم ﷺ نے مختلف صحابۂ کرامؓ کو قاضی، حاکم اور عامل کی حیثیت سے مختلف علاقوں میں مقرر فرمایا۔ ان تقرریوں سے یہ اصول واضح ہوتا ہے کہ اسلامی نظامِ قضاء محض مرکز تک محدود نہیں بلکہ ایک منظم ادارہ ہے، جو اہل، دیانت دار اور باصلاحیت افراد کے ذریعے چلایا جاتا ہے۔ عہدِ نبوی ﷺ میں قضاء کے جو اصول وضع ہوئے، وہ بعد کے تمام ادوار کے لیے بنیاد اور رہنمائی کا ذریعہ بنے۔ خلافتِ راشدہ کے دور میں اسلامی نظامِ قضاء مزید منظم اور مستحکم ہوا۔ خلفائے راشدینؓ نے عدل کے قیام کو اپنی حکمرانی کی اساس بنایا اور قضاء کو ایک مستقل ادارے کی حیثیت دی۔ بالخصوص حضرت عمر فاروقؓ کا دور اسلامی عدالتی تاریخ میں ایک سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ آپؓ نے قاضیوں کی تقرری، ان کی تنخواہوں، عدالتی آداب، فریقین کے ساتھ مساوی سلوک اور عدالتی احتساب جیسے اصول متعارف کروائے۔ حضرت عمرؓ کا مشہور خطِ قضاء اسلامی عدالتی نظام کا بنیادی دستور سمجھا جاتا ہے، جس میں عدل، دیانت، تحقیق اور غیر جانب داری کے اصول نہایت جامع انداز میں بیان کیے گئے ہیں۔ فقہاء اور محققین، خصوصاً ابنِ قیمؒ، نے اس خط کو اسلامی نظامِ عدل کی روح قرار دیا ہے۔ بعد کے ادوار، یعنی بنو امیہ اور بنو عباس کے زمانے میں، اسلامی نظامِ قضاء نے مزید ادارہ جاتی شکل اختیار کی۔ قاضی القضاۃ کا منصب وجود میں آیا، عدالتی دائرہ اختیار واضح ہوا، اور قضاء کو انتظامیہ سے الگ ایک مستقل ادارے کے طور پر منظم کیا گیا۔ اگرچہ ان ادوار میں بعض عملی کمزوریاں بھی سامنے آئیں، تاہم مجموعی طور پر اسلامی عدالتی نظام اپنی بنیادی روح، عدل، مساوات اور شریعت کی بالادستی پر قائم رہا۔ اسلامی نظامِ قضاء میں قاضی کو مرکزی حیثیت حاصل ہے، کیونکہ عدل کے قیام کا دار و مدار اس کی شخصیت، علم، دیانت اور کردار پر ہوتا ہے۔ اسی لیے اسلام نے قاضی کی تقرری کے لیے سخت شرائط مقرر کی ہیں۔ فقہاءِ اسلام کے نزدیک قاضی کے لیے اسلام، بلوغ، عقل، آزادی، عدالت، علمِ شریعت، سماعت و بصارت اور اجتہاد یا کم از کم فقہی بصیرت ضروری ہے۔ ان شرائط کا مقصد یہ ہے کہ منصبِ قضاء کسی نااہل، ناپختہ یا غیر دیانت دار فرد کے سپرد نہ ہو، کیونکہ ایک غلط فیصلہ صرف ایک فرد نہیں بلکہ پورے معاشرے کو متاثر کر سکتا ہے۔

اسی طرح اسلامی شریعت میں قاضی کے اختیارات بھی متعین ہیں، تاکہ وہ نہ تو ظلم کرے اور نہ ہی عدل سے تجاوز کرے۔ قاضی شریعت کے دائرے میں رہتے ہوئے فیصلے کا مجاز ہے اور اسے کسی دباؤ، لالچ یا خوف کے بغیر حق کے مطابق فیصلہ کرنا ہوتا ہے۔ اسلام میں منصبِ قضاء کو ایک عظیم ذمہ داری بلکہ ایک امتحان قرار دیا گیا ہے، اسی لیے فقہاء نے اس منصب کو قبول کرنے یا اس سے انکار کرنے کے احکام پر بھی تفصیلی بحث کی ہے۔ عصرِ حاضر میں، جب دنیا کے بیشتر معاشرے عدالتی بحران، انصاف میں تاخیر اور طبقاتی امتیاز کا شکار ہیں، اسلامی نظامِ قضاء وعدل کی افادیت مزید نمایاں ہو جاتی ہے۔ اسلامی عدالتی اصول جیسے قانون کی بالادستی، مساوات، شفافیت، اخلاقی احتساب اور مظلوم کی فوری دادرسی، جدید قانونی نظاموں کے لیے نہ صرف قابلِ تقلید ہیں بلکہ عملی حل بھی فراہم کرتے ہیں۔ تاہم اس کے لیے ضروری ہے کہ اسلامی نظامِ قضاء کو محض تاریخی یا نظریاتی موضوع سمجھنے کے بجائے اس کی روح اور مقاصد کو سمجھ کر عصرِ حاضر کے تناظر میں پیش کیا جائے۔

زیرِ نظر تحقیقی مقالہ اسی ضرورت کے پیشِ نظر اسلامی نظامِ قضاء وعدل کا ایک جامع مطالعہ پیش کرتا ہے، جس میں اس کے تاریخی ارتقاء، قاضی کی تقرری، شرائط، اختیارات اور اخلاقی ذمہ داریوں کا تفصیلی تجزیہ کیا گیا ہے۔ یہ تحقیق اس امر کو واضح کرنے کی کوشش کرتی ہے کہ اسلامی نظامِ قضاء ایک ہمہ جہت، متوازن اور قابلِ عمل نظام ہے، جو ہر دور میں انسانی معاشرے کے لیے عدل وانصاف کا ضامن بن سکتا ہے۔

ضرورت واہمیتِ موضوع

عدل وانصاف ہر مہذب معاشرے کی اساس اور اجتماعی زندگی کے استحکام کی ضمانت ہوتا ہے۔ انسانی تاریخ کا مطالعہ اس حقیقت کو نمایاں کرتا ہے کہ جب بھی معاشروں میں عدل کے اصولوں کو نظر انداز کیا گیا، وہاں ظلم، استحصال، طبقاتی تفریق اور سماجی بے چینی نے جنم لیا۔ جدید دنیا میں اگرچہ عدالتی نظام بظاہر منظم اور ترقی یافتہ دکھائی دیتے ہیں، لیکن عملی طور پر انصاف میں تاخیر، طبقاتی امتیاز، سیاسی دباؤ اور اخلاقی زوال جیسے مسائل نے ان نظاموں کی افادیت پر سوالیہ نشان لگا دیا ہے۔ ایسے حالات میں اسلامی نظامِ قضاء وعدل کی ضرورت اور اہمیت پہلے سے کہیں زیادہ بڑھ جاتی ہے۔ اسلامی نظامِ قضاء محض تنازعات کے حل کا ایک قانونی ڈھانچہ نہیں بلکہ ایک ہمہ گیر اخلاقی اور روحانی نظام ہے، جس کا مقصد فرد اور معاشرے دونوں کی اصلاح ہے۔ اسلام نے عدل کو عبادت کا درجہ دیا اور اسے اللہ تعالیٰ کی قربت کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ قرآنِ مجید میں عدل وقسط کے قیام کا حکم صرف حکمرانوں یا قاضیوں تک محدود نہیں بلکہ پوری امت کو مخاطب کرتا ہے۔ یہی ہمہ گیر تصورِ عدل اسلامی نظامِ قضاء کو دیگر قانونی نظاموں سے ممتاز بناتا ہے، کیونکہ یہاں قانون، اخلاق اور جوابدہی ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوتے۔ عصرِ حاضر میں عدالتی بحران ایک عالمی مسئلہ بن چکا ہے۔ مقدمات کا انبار، انصاف میں تاخیر، طاقت ور طبقوں کا اثر ورسوخ اور کمزور طبقات کے حقوق کی پامالی وہ حقائق ہیں جن کا اعتراف خود جدید قانونی نظاموں کے ماہرین بھی کرتے ہیں۔ اس

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
Vol.9. No.1.2026

تناظر میں اسلامی نظامِ قضاء کی سب سے بڑی اہمیت یہ ہے کہ یہ عدل کو محض ریاستی ذمہ داری نہیں بلکہ ایک دینی فریضہ قرار دیتا ہے، جس میں قاضی خود کو اللہ تعالیٰ کے حضور جواب دہ سمجھتا ہے۔ یہی احساسِ جواب دہی عدالتی فیصلوں میں دیانت، جرأت اور غیر جانب داری کو جنم دیتا ہے۔

اسلامی نظامِ قضاء میں قاضی کی شخصیت کو مرکزی اہمیت حاصل ہے۔ جدید عدالتی نظام اکثر قوانین اور ضابطوں پر انحصار کرتے ہیں، جبکہ اسلامی نظام میں قانون کے ساتھ ساتھ قاضی کے اخلاقی کردار، علم اور تقویٰ کو بنیادی حیثیت دی گئی ہے۔ قاضی کی تقرری کے لیے سخت شرائط مقرر کرنا اس بات کی علامت ہے کہ اسلام انصاف کے معاملے میں کسی قسم کا سمجھوتہ قبول نہیں کرتا۔ اس موضوع کی تحقیق اس لیے بھی ضروری ہے کہ عصرِ حاضر میں اکثر اسلامی معاشروں میں قاضی کی شرائط اور عدالتی اقدار کو نظر انداز کیا جا رہا ہے، جس کے نتیجے میں اسلامی نظامِ عدل اپنی اصل روح سے دور ہوتا جا رہا ہے۔ اس موضوع کی ایک اہم جہت یہ بھی ہے کہ اسلامی نظامِ قضاء تاریخی طور پر ایک کامیاب اور قابلِ عمل نظام رہا ہے۔ عہدِ نبوی ﷺ اور خلافتِ راشدہ میں انصاف کی جو مثالیں قائم ہوئیں، وہ انسانی تاریخ میں اپنی نظیر آپ ہیں۔ ایک عام فرد اور ایک طاقت ور حکمران دونوں قانون کے سامنے برابر تھے۔ حضرت عمر فاروقؓ جیسے حکمران کا عدالت میں جواب دہ ہونا اس نظام کی عملی صداقت کا روشن ثبوت ہے۔ اس تاریخی تجربے کا مطالعہ عصرِ حاضر کے لیے نہایت اہم ہے، تاکہ یہ واضح کیا جا سکے کہ اسلامی عدالتی اصول محض نظریاتی نہیں بلکہ عملی سطح پر بھی کامیاب رہے ہیں۔ مزید بر آں، اسلامی نظامِ قضاء کی اہمیت اس اعتبار سے بھی ہے کہ یہ جدید انسانی حقوق کے تصور سے ہم آہنگ بلکہ کئی پہلوؤں سے اس سے زیادہ جامع ہے۔ اسلام میں جان، مال، عزت اور مذہبی آزادی کا تحفظ عدالتی نظام کے ذریعے یقینی بنایا جاتا ہے۔ مظلوم کی فوری داد رسی، جھوٹے مقدمات کی حوصلہ شکنی اور عدالتی احتساب جیسے اصول جدید قانونی مباحث میں بھی مرکزی حیثیت اختیار کر چکے ہیں۔ اس موضوع پر تحقیق اسلامی عدالتی نظام اور جدید قانونی نظریات کے درمیان ایک علمی مکالمے کی راہ ہموار کر سکتی ہے۔ دورِ حاضر میں اسلامی قانون اور عدالتی نظام کے بارے میں پائے جانے والے غلط تصورات بھی اس موضوع کی اہمیت کو بڑھا دیتے ہیں۔ بعض حلقے اسلامی نظامِ قضاء کو سخت، غیر لچک دار یا قدیم قرار دیتے ہیں، حالانکہ اس کے اصول عدل، رحمت اور مصلحتِ عامہ پر مبنی ہیں۔ علمی تحقیق کے ذریعے ان غلط فہمیوں کا ازالہ کیا جا سکتا ہے اور یہ واضح کیا جا سکتا ہے کہ اسلامی نظامِ قضاء جدید تقاضوں سے ہم آہنگ ہونے کی پوری صلاحیت رکھتا ہے۔ اس تحقیق کی ضرورت اس لیے بھی ہے کہ مسلم معاشروں میں عدالتی اصلاحات کے حوالے سے سنجیدہ اور مستند علمی رہنمائی کا فقدان ہے۔ اکثر اصلاحی اقدامات مغربی ماڈلز سے ماخوذ ہوتے ہیں، جبکہ اسلامی عدالتی ورثے کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ اسلامی نظامِ قضاء پر مبنی تحقیق پالیسی سازوں، قانون دانوں اور عدالتی اداروں کے لیے ایک فکری بنیاد فراہم کر سکتی ہے، جس کی روشنی میں مقامی، دینی اور سماجی اقدار سے ہم آہنگ اصلاحات ممکن ہو سکیں۔

الغرض، اسلامی نظامِ قضاء وعدل پر تحقیق کی ضرورت اور اہمیت اس لیے مسلم ہے کہ یہ نظام نہ صرف ماضی میں کامیاب رہا ہے بلکہ آج بھی انسانی معاشرے کو عدل، امن اور استحکام فراہم کرنے کی بھرپور صلاحیت رکھتا ہے۔ زیرِ نظر موضوع اسلامی عدالتی اصولوں کی علمی تفہیم، عملی افادیت اور عصری معنویت کو اجاگر کرنے کی ایک سنجیدہ کوشش ہے، جو اسلامی علوم، قانون اور سماجی علوم کے میدان میں ایک مفید اضافہ ثابت ہو سکتی ہے۔

مقاصدِ تحقیق

1. اسلامی نظامِ قضاء کی شرعی بنیادوں کا تعین

قرآنِ مجید، سنتِ نبوی ﷺ اور فقہی مصادر کی روشنی میں اسلامی نظامِ قضاء وعدل کی نظری اور عملی بنیادوں کو واضح کرنا، تاکہ اس نظام کی دینی حیثیت اور شرعی اساس کو منضبط طور پر بیان کیا جا سکے۔

2. قاضی کے تقرر، اہلیت اور شرائط کا تحقیقی مطالعہ

اسلامی فقہ کی مختلف آراء کی روشنی میں قاضی کے تقرر کے اصول، اہلیت اور شرائط (علم، عدالت، اجتہاد، اخلاقی کردار وغیرہ) کا تفصیلی جائزہ لینا اور ان کی حکمت کو واضح کرنا۔

3. اسلامی تاریخ میں نظامِ قضاء کے ارتقاء کا تجزیہ

عہدِ نبوی ﷺ، خلافتِ راشدہ، بنو امیہ اور بنو عباس کے ادوار میں عدالتی نظام کی تشکیل، ترقی اور انتظامی پہلوؤں کا تجزیہ کرنا، خصوصاً قاضی القضاۃ کے ادارے کے قیام اور اس کے اثرات کو بیان کرنا۔

4. قاضی کے اختیارات، فرائض اور آدابِ قضاء کی وضاحت

اسلامی مصادر کی روشنی میں قاضی کے عدالتی وانتظامی اختیارات، ذمہ داریوں اور اخلاقی آداب کا تعین کرنا، تاکہ اسلامی عدالتی نظام کی عملی روح کو اجاگر کیا جا سکے۔

5. عصرِ حاضر میں اسلامی نظامِ قضاء کی معنویت اور افادیت کا جائزہ

موجودہ عدالتی مسائل کے تناظر میں اسلامی نظامِ قضاء کے اصولوں کی عصری اہمیت، قابلِ عمل پہلوؤں اور ممکنہ اطلاق کا تنقیدی مطالعہ پیش کرنا۔

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

بنیادی سوالاتِ تحقیق

1. اسلامی شریعت کی روشنی میں قاضی کے تقرر، اہلیت اور اختیارات کے بنیادی اصول کیا ہیں، اور یہ اصول عدلِ اجتماعی کے قیام میں کس طرح مؤثر کردار ادا کرتے ہیں؟

2. عصرِ حاضر کے عدالتی چیلنجز کے تناظر میں اسلامی نظامِ قضاء وعدل کس حد تک ایک منصفانہ، مؤثر اور قابلِ عمل متبادل نظام فراہم کرتا ہے؟

نظام قضاء کی بنیاد

اس نظام کی حیثیت اول رسول اللہ ﷺ کے عہد میں رکھی گئی۔ رسول مہربان ﷺ مسلمانوں کے سب سے بڑے قاضی تھے اور آپ ﷺ کو اس منصب پر خود اللہ تعالیٰ نے متعین فرمایا تھا۔ ارشاد باری تعالی ہے:

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا"[4]

ترجمہ: اے محبوب تمہارے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں پھر جو کچھ تم حکم فرمادو اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں اور دل سے مان لیں۔

مدینہ منورہ ہجرت فرمانے کے بعد آپ ﷺ اہم خود ہی مقدمات کا فیصلہ کرتے تھے لیکن جب مصروفیات بڑھنے لگیں اور وعظ و ارشاد، تزکیہ و تربیت، جہاد کی تیاری، وفود کا آنا صدقات وخیرات کی تقسیم میں آپ مصروف ہوگئے۔ تو آپ ﷺ نے مختلف صحابہ کرام کو مختلف علاقوں میں حاکم قاضی اور داعی بنا کر بھیجا۔ جو آپ کے نمائندوں کی حیثیت سے کام کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے عدل کے لئے مستقل و مستحکم اصول واضح فرمادیئے تھے۔ ان کے مطابق صحابۂ کرام فیصلے فرماتے تھے تاکہ اسلامی معاشرے میں کوئی ظالم اپنے ظلم سے کسی مظلوم سے زیادتی نہ کر سکے آپ ﷺ نے حضرت علی، حضرت معاذ بن جبل، حضرت ابو موسیٰ اشعری اور دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو قاضی بنا کر دوسرے علاقوں میں روانہ فرمایا۔[5]

یہی طریقہ کار حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں بھی قائم رہا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کا دور شروع ہوا تو اسلامی سلطنت کی حدیں مشرق سے مغرب، شمال سے جنوب تک پھیل چکی تھیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب ضرورت محسوس کی کہ عدالتی فرائض انجام دینے کے لئے قاضی مقرر کئے جائیں تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مختلف صحابہ کرام کو مختلف علاقوں میں قاضی مامور فرمایا۔ جن میں مدینے میں زید ابن ثابت، بصرہ میں کعب بن سور ازدی، فلسطین میں عبادہ بن صامت، کوفہ میں عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم جیسے کبار صحابہ قاضی مقرر کیے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں قاضی صوبے کے گورنر کے ماتحت ہوتا تھا لیکن بسا اوقات حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود قاضیوں کا تقرر فرماتے تھے۔[6]

حضرت عمر کا خط قضاء کا دستور العمل

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک مشہور خط کے ذریعے اس طرف توجہ دلائی۔ جس میں آپ نے لکھا تھا۔ "تمھارے سامنے جو بھی معاملہ آئے جس کا حل کتاب وسنت میں موجود نہ ہو تو اس پر خوب غور و فکر کرو اور اس کی تہہ تک پہنچنے کی کوشش کرو۔ صحیح فہم و فراست اور حسن نیت اللہ کی بڑی نعمتیں ہیں۔ ان دونوں سے بڑھ کر کوئی انعام نہیں ہو سکتا۔ یہ دونوں اسلام کے عظیم ستون ہیں۔ اسلام کی عمارت انہی ستونوں کے سہارے پر کھڑی ہے۔ جب کوئی مقدمہ تمہارے سامنے پیش کیا جائے تو اس میں غور و فکر کرو۔ مدعی اور مدعا علیہ کی باتیں سنو جب ان کی باتیں سننے کے بعد کسی نتیجے پر پہنچ جاؤ تو اس کا نفاذ کرو۔ انصاف کے معاملے میں تمام لوگوں کو محفل میں برابر رکھو۔ تاکہ غریب اور کمزور آدمی انصاف سے مایوس نہ ہو سکے اور زبردست اور طاقتور کو تم سے رعایت کی امید نہ ہو۔ جو آدمی دعوی کرے اس کے ذمے ثبوت فراہم کرنا ہے جو اپنے خلاف عائد کردہ الزام کی تردید کرے اس پر قسم کھانا واجب

---

[4] النساء: آیت 65

[5] الاندلسي، محمد ابن الفرج ابن الطلاع، مترجم ڈاکٹر محمد ضیاء الرحمن اعظمی، اقضیۃ الرسول، ادارہ معارف القرآن 1987ء، ص 35

[6] جوزی، ابن القیم، علامہ، اعلام المعوقین عن رب العالمین، مطبوعہ مصر 1973 ج 1، ص 85

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL

Vol.9. No.1.2026

ہے۔ مسلمانوں میں ہر قسم کی صلح جائز ہے۔ سوائے ایسی صلح کے جو حلال کو حرام اور حرام کو حلال کرنے والی ہو۔ ایسی صلح اور راضی نامہ جائز نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص اپنا حق ثابت کرنے کی خاطر فوری طور پر ثبوت پیش نہ کر سکے تو اس کو کچھ عرصے کے لئے مہلت دو اگر اس عرصے میں ثبوت دے دے تو اس کو اس کا حق دلا دو لیکن مدت ختم ہونے تک ثبوت بہم نہ پہنچا سکے تو مقدمہ خارج کر دو۔ اگر فیصلہ آج کیا ہے تو غور و فکر اور عقل سے کام لینے کے بعد تمہیں وہ فیصلہ غلط معلوم ہو اور حق ظاہر ہو جائے تو پہلے فیصلے سے رجوع کرنا بہتر ہے۔ فریقین مقدمہ کو کسی قسم کی تکلیف نہ دو مقدمہ پیش ہونے کے وقت بد خلقی مت کرو۔ اگر مقدمے کا صحیح فیصلہ کرو گے تو اللہ تعالیٰ اس کا بہت بڑا اجر دے گا۔ جس شخص کی نیت ٹھیک ہو گی خواہ اسے اپنے اور اپنے عزیز و اقارب کے خلاف ہی فیصلہ کرنا پڑے لیکن وہ حق و انصاف کے راستے پر گامزن رہے گا تو اللہ تعالیٰ اس کا ہر طرف کفیل ہو گا۔ جو شخص عدل و انصاف سے بھٹک جائے ایسے فیصلہ کرے جس پر خود اس کا دل مطمئن نہ ہو تو اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اللہ اپنے بندوں کو ایسی صورت میں ثواب کا حقدار ٹھہرائے گا جب وہ اعمال خلوص نیت کے ساتھ بجالائے گا۔ حافظ قیم فرماتے ہیں کہ یہ خط اسلامی نظام عدل کی بنیاد اور بہترین دستور العمل ہے۔[7]

چنانچہ حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے دور میں بھی یہی طریقہ تھا۔ بنو امیہ کے دور تک قاضیوں کا تقرر خود خلیفہ یا علاقے کا حاکم کرتا تھا۔ اس دور میں سب قاضیوں کی حیثیت یکساں تھی کسی ایک قاضی کو دوسرے پر امتیاز یا تقدم حاصل نہ تھا۔ لیکن بنو عباس کے دور حکومت میں امام ابو یوسف کو قاضی القضاۃ مقرر کیا گیا تو انھوں نے ملک مختلف حصوں میں قاضی مقرر کرنے اور معزول کرنے کے اختیارات بھی حاصل ہو گئے۔ قاضی ابو یوسف کو دوسرے دوسرے قاضیوں کے فیصلوں کی جانچ پڑتال اور نگرانی کرنے کا اختیار بھی تھا۔ امام ابو یوسف کے بعد قاضی القضاۃ کا عہدہ قائم رہا اس کے بعد مامون نے بھی تیجی کو قاضی القضاۃ مقرر کیا تھا۔ ابو الحسن علی ابن نعمان کو بھی قاضی القضاۃ مقرر کیا گیا۔[8]

قاضی کا مفہوم

قاضی کا لفظ فعل "قضیٰ" سے نکلا ہے اور یہ اسم فاعل کا صیغہ ہے۔ فعل "قضیٰ" کا مطلب فیصلہ ہے اور قاضی اسم فاعل کا مطلب ہے فیصلہ کرنے والا اور "قضاء" اسی فعل کا مصدر ہے۔ اصطلاح میں قاضی سے مراد وہ شخص ہے جس کو حکومت کی طرف سے متعین کیا گیا ہو اور وہ لوگوں کے درمیان تنازعات میں فیصلہ کرنے کا مکلف ہو۔[9]

قضاۃ کی اہلیت و شرائط

قاضیوں کی تقرری میں اہلیت قضا کا لحاظ رکھنا بہت ضروری ہے۔ کتاب و سنت کا علم رکھتا ہو، مجتہد ہو رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قاضی بنا کر یمن بھیجا تو آپ صلی علیم نے ان سے قضاۃ کے متعلق سوالات کئے تھے تو حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تھا کہ "میں کتاب و سنت میں کسی کا حکم کے نہ ملنے پر اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا اس پر نبی کریم نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا تھا۔[10]

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"يَا دَاوُدُ إِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ"[11]

ترجمہ: اے داؤد ہم نے آپ کو زمین میں اپنا نائب مقرر کیا ہے پس لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کرو۔

پس اس آیت سے واضح ہوتا ہے کہ قاضی حق کے ساتھ اس وقت ہی فیصلہ کر سکتا ہے جب وہ کتاب و سنت کا عالم اور اجتہاد بالرائے سے متصف ہو گا قرآن کے نازل کرنے کا مقصد بیان کرتے ہوئے

---

[7] ایضاً، ج1، ص85

[8] الاندلسي، محمد ابن الفرج ابن الطلاع، مترجم ڈاکٹر محمد ضیاء الرحمن اعظمی، اقضیۃ الرسول، ادارہ معارف القرآن 1987ء، ص235

[9] ابن منظور، لسان العرب، ج11، ص201

[10] ابو داؤد سلیمان بن اشعث، سنن ابی داؤد، کتاب القضاء، باب فیصلے میں اجتہاد رائے کا بیان، ج4، ص776، حدیث نمبر3592

[11] سورۃ ص: آیت 26

اللہ تو تعالیٰ فرماتے ہیں۔

"إِنَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرٰيكَ اللهُ "[12]

ترجمہ:اے محبوب بے شک ہم نے تمہاری طرف سچی کتاب اتاری کہ تم لوگوں میں فیصلہ کرو۔

اس کے علاوہ آپ صلی علیہم کا ارشاد گرامی ہے:

" إِذَا اجْتَهَدَ الْحَكَمُ فَأَصَابَ فَلَهُ أَجْرَانِ وَإِذَا اجْتَهَدَ فَأَخْطَأَفَلَهُ أَجْرٌ "[13]

ترجمہ:جب حاکم اجتہاد سے صحیح فیصلہ کرے اور وہ حقیقت کو پالے اس کے لئے دوہرا ثواب ہے اور جب وہ اجتہاد کرے مگر اس سے خطا کا اظہار ہو اس کو ایک گنا ثواب دیا جائے گا۔

سنن بیہقی کی روایت ہے:

"إِذَا جَلَسَ الْحَاكِمُ لَلْحَكَمِ بَعَثَ اللهُ لَهُ مَلَكَيْنِ يُسَدِّدَانُهُ وَيُوَفِّقَانُهُ فَإِنْ عَدَلَ أَقَامَا وَانْ جَارَ عَرَجَا وَ تَرَكَاهُ".[14]

ترجمہ:جب قاضی فیصلہ کرنے کے لئے بیٹھتا ہے اللہ تعالی اسکے لئے دو فرشتے بھیجتا ہے جو (خطا پر) اس کو روکتے ہیں اور (ثواب پر) اسکی موافقت کرتے ہیں پس اگر وہ انصاف کرتا ہے وہ دونوں اس کے پاس کھڑے رہتے ہیں اور اگر وہ ظلم کرے تو وہ اس کو چھوڑ دیتے ہیں۔

مندرجہ بالا روایات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ لوگوں کے تصفیہ طلب امور میں فیصلہ کرنا اور اس کے لئے ایک نظام وجود میں لانا شرعی طور پر لازم ہے عقل کا تقاضا بھی یہی ہے کیونکہ لوگوں کے درمیان تنازعات، جھگڑوں اور اختلافات کا پیدا ہونا فطری عمل ہے۔

پھر لازمی ہے کہ کوئی ایسا نظام ہو جس کے ذریعے ان تنازعات کو ختم کیا جاسکے۔اس لئے یہ نظام امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے ہے اور یہ فرض کفایہ ہے حاکم کے لئے ضروری ہے کہ وہ قاضیوں کا تقرر کرے اور ان کو فیصلے کرنے کا اختیار تفویض کرے۔

منصب قضاء کے لئے شرائط

قضاء کی اہمیت اور نزاکت کے پیش نظر فقہائے کرام نے اس منصب کی تقرری کے لئے اہم شرائط بیان کی ہیں۔جس شخص کو قاضی مقرر کیا جائے اس میں یہ شرائط پائی جانی ضروری ہیں۔

1-بالغ مرد ہونا۔2۔ صحیح العقل ہونا۔3۔ آزاد ہونا۔4۔ مسلمان ہونا۔5۔عادل ہونا۔6۔ سمع اور بصارت کا ٹھیک ہونا۔7۔علم وفضل کا ہونا۔[15]

1۔بالغ مرد کا ہونا

جمہور علماء کے نزدیک قاضی کا مرد ہونا لازمی شرط ہے عورت کو منصب قضا پر فائض نہیں کیا جاسکتا۔نبی

---

[12] النساء:آیت 105

[13] ابو داؤد سلیمان بن اشعث، سنن ابی داؤد، کتاب القضاء، باب قاضی سے فیصلہ میں غلطی ہو جائے تو کیسا ہے، ج4، ص767، حدیث نمبر3574

[14] البیہقی، ابی بکر احمد بن حسین بن علی سنن الکبری، دار الکتب العلمیہ 2003، ج10، ص 151، حدیث نمبر، 20166

[15] الماوردی، ابو الحسین علی بن محمد بن حبیب، احکام السلطانیہ مترجم پروفیسر ساجد الرحمن صدیقی اسلامی پبلی کیشنز لاہور 1990ء، ص126

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
Vol.9. No.1.2026

مہربان صلی علم کا ارشاد ہے:

لَنْ يَفْلَحَ قَوْمٌ وَالُوا أَمْرِهُمْ إِمْرَأَةٌ "[16]

ترجمہ: وہ قوم ہر گز ترقی نہیں کر سکتی جس کی حکمران عورت ہو۔

امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں جن امور میں عورت کی شہادت درست ہے ان امور میں عورتوں کو منصب قضاء دیا جاسکتا ہے۔ امام جریر کے نزدیک جملہ احکام میں عورت کی قضاء درست ہے مگر امت کے اجماع اور رب تعالیٰ کے فرمان کی موجودگی میں ان کا قول ترجیح کے قابل نہیں ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

الرِّجَالُ قَوَّمُوْنَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ "[17]

ترجمہ: مرد قوام ہیں عورتوں پر اس لئے کہ اللہ نے ان میں ایک کو دوسرے پر فضیلت دی۔

لہذا یہ جائز نہیں ہے کہ عورتیں مردوں پر حاکم بنائی جائیں۔

قاضی کے لئے بالغ ہونے کی شرط اس لئے ہے کہ جب نابالغ اور مجنون کو اپنی ذات پر خود اختیار حاصل نہیں تو ان کو دوسرے لوگوں پر اختیار کیسے حاصل ہو سکتا ہے۔ واقعات تک پہنچنا۔ گواہ جو شہادت دے رہے ہیں اس شہادت کا پورا ادراک کرنا ان نابالغ کے بس میں نہیں ہوتا اس لئے یہ منصب قضاء پر فائض نہیں ہو سکتے۔[18]

2- صحیح العقل ہونا

قاضی کی شرائط میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ وہ صاحب عقل و ہوش ہو قاضی کے لئے ہوشیار، ذکی الطبع اور سہو و غفلت سے محفوظ ہو ناضروری ہے تاکہ مشکل اور سخت ترین معاملات کی گتھی سلجھا سکے۔

3۔ آزاد ہونا

قاضی کے لئے آزاد شرط ہے اس لئے کہ غلام نہ والی بن سکتا ہے اور نہ ہی اس کی شہادت مکمل شمار ہوتی ہے۔ غلام کو اپنی ذات پر اختیار نہیں ہے اس لئے وہ کسی اور کا مختار بھی نہیں بن سکتا۔ جب غلام کی شہادت ہی قبول نہیں کی جاسکتی تو اس کا فیصلہ کس طرح نافذ ہو سکتا ہے۔؟ علی ہذا القیاس جو شخص پوری طرح آزاد نہیں وہ شخص قضاء کے منصب پر فائض نہیں ہو سکتا۔ یہی حکم مدبر (وہ غلام جس کا آقا اسے کہے کہ تو میری موت کے بعد آزاد ہے) اور مکاتب (وہ غلام جس کو اس کے آقا نے کہا ہو کہ تم اتنی رقم مجھے دے کر آزاد ہو سکتے ہو) اور جزوی غلام کا ہے جو مکمل آزادی سے محروم ہے۔[19]

4۔ مسلمان ہونا

---

[16] البخاری، محمد بن اسماعیل ابو عبد اللہ، صحیح البخاری، مترجم مولانا محمد داؤد درواز، مکتبہ، قدوسیہ لاہور، کتاب المغازی باب کتاب النبي الی کسری وقیصر ج5، ص580 حدیث 4425

[17] النساء: آیت 34

[18] ابو بکر صدیق، الموسوعۃ القضایا، خالد بک اردو بازار لاہور، سن، ص46

[19] الماوردي، ابو الحسین علی بن محمد بن حبیب، احکام السلطانیہ مترجم پروفیسر ساجد الرحمن صدیقی اسلامی پبلی کیشنز لاہور 1990ء، ص126

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
Vol.9. No.1.2026

قاضی کے لئے مسلمان ہونے کی شرط عائد کی گئی ہے۔جب فاسق مسلمان کو قاضی کے منصب پر فائض کرنا جائز نہیں تو ظاہر ہے کافر کو ایسے منصب پر فائض کرنا کیسے جائز ہو سکتا ہے۔یہ شرط اس لئے ضروری ہے کہ شہادت کی قبولیت کے لئے بھی مسلمان ہونا شرط ہے۔اسلام کے بغیر جب شہادت قبول نہیں ہو سکتی تو غیر مسلم کو قاضی کیسے بنایا جاسکتا ہے۔[20]

قرآن مجید میں ارشاد ہے:

"وَلَنْ يَجْعَلَ اللهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ سَبِيلًا" [21]

ترجمہ: اور اللہ کافروں کو مسلمانوں پر کوئی راہ نہ دے گا۔

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کے نزدیک غیر مسلم کو اپنے مذہب کے لوگوں کا قاضی بنایا جاسکتا ہے۔بلکہ اپنی قوم کا سردار بنایا جاسکتا ہے اس کی ہم قوم خود ہی اس کی بات مان لیں۔یہ نہیں کہ اس کا حکم شریعت کے مطابق نافذ ہو جاتا ہو اگر اس کے ہم قوم اپنے فیصلے خود اس کے پاس نہ لے کر جائیں تو اسلامی حکم کا نفاذ راجح ہو گا۔[22]

5-عادل ہونا

اسلام کے نظام حکومت میں ہر قسم کے حاکم کے لئے ایک لازمی شرط رکھی گئی ہے کہ وہ عادل ہو۔عدالت عدل سے ہے جس سے مراد یہ ہے کہ حقدار کو اس کا حق دیا جائے جس کا حق بنتا ہے،شرعی طور پر کسی شخص کے عادل ہونے سے مراد یہ کہ حقوق اللہ اور حقوق العباد ادا کرنے والا ہو۔فقہائے کرام فرماتے ہیں۔عادل اس شخص کو کہتے ہیں جو کبائر گناہوں سے اجتناب کرنے والا ہو اور صغائر پر اصرار نہ کرتا ہو یعنی فاسق نہ ہو۔[23]

اگر قاضی فاسق ہو گا تو اس کے قول پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

يَأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا " [24]

ترجمہ: اے ایمان والو اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو تحقیق کر لیا کرو۔

فاسق آدمی کو قاضی اس لئے نہیں بنایا جاسکتا کیونکہ اس کی گواہی قابل قبول نہیں ہے۔جب وہ گواہی نہیں دے سکتا تو اس کو قاضی بھی نہیں بنایا جاسکتا۔

6۔سماعت اور بصارت کی صلاحیتوں کا پوری طرح ہونا

قاضی کی سماعت اور بصارت کا صحیح ہونا اس لئے ضروری ہے کہ وہ صاحب حق کا تعین صحیح طریقے سے کر سکے۔طالب و مطلوب،اقرار اور انکار کرنے والے کے درمیان فرق کر سکے۔نابینا اس صلاحیت سے محروم ہوتا ہے لہذا اس کو بھی قاضی نہیں بنایا جاسکتا اسی طرح بہرہ آدمی اس کی صلاحیت نہیں رکھتا اسی طرح معذور،اپاہج آدمی بھی منصب قضاء پر فائض نہیں ہو سکتا بلکہ اس عظیم منصب کے لئے اس شخص کو فائض کیا جائے جو صحیح اعضاء والا ہو۔[25]

---

[20] الماوردی، ابو الحسین علی بن محمد بن حبیب، احکام السلطانیہ مترجم پروفیسر، ساجد الرحمن صدیقی، ص 127

[21] النساء: آیت 141

[22] الماوردی، ابو الحسین علی بن محمد بن حبیب، احکام السلطانیہ مترجم پروفیسر ساجد الرحمن صدیقی، اسلامی پبلی کیشنز لاہور 1990ء، ص 127

[23] الاندلسي، محمد ابن الفرج ابن الطلاع، مترجم ڈاکٹر محمد ضیاء الرحمن اعظمی اقضیۃ الرسول، ادارہ معارف القرآن 1987ء، ص 49

[24] الحجرات: آیت 6

[25] الماوردی، ابو الحسین علی بن محمد بن حبیب، احکام السلطانیہ مترجم پروفیسر ساجد الرحمن صدیقی اسلامی پبلی کیشنز لاہور 1990ء، ص 128

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
Vol.9. No.1.2026

7۔علم وفضل والا ہونا

قاضی کی شرائط میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ وہ اجتہاد کی صلاحیت رکھتا ہو۔ وہ قرآن و سنت کے احکام، اجماع و قیاس، عربی زبان اور اصول فقہ سے واقف ہو۔ مالکیہ، شافعیہ، حنبلیہ اور بعض حنفیہ کی رائے میں قاضی کے لئے اجتہاد کی اہلیت کا ہونا شرط ہے۔ اس لئے احکام شرعیہ کے جاہل کو ولایت نہیں دی جاسکتی بلکہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔

وَأَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ "[26]

ترجمہ: اور یہ کہ فیصلہ کرو لوگوں کے درمیان اس کے ساتھ جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے۔

مزید ارشاد فرمایا:

"إِنَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرٰكَ اللّٰهُ".[27]

ترجمہ: اے محبوب بے شک ہم نے تمہاری طرف سچی کتاب اتاری کہ تم لوگوں میں فیصلہ کرو۔

سورہ نساء میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللهِ وَالرَّسُوْلِ "[28]

ترجمہ: پھر اگر تم میں کسی بات کا جھگڑا واقع ہو جائے تو اسے اللہ اور رسول کے حضور رجوع کرو۔

مندرجہ بالا آیات کی روشنی میں یہ امر قاضی کے لئے ضروری ہے کے وہ دلیلوں کے ذریعے احکام سے استنباط کر سکے۔ قاضی کی یہ شرط ہے کہ اس میں اجتہاد کرنے کی صلاحیت ہو۔ اس لئے ایسا شخص فتویٰ بھی دے سکتا ہے اور لوگوں کے مقدمات کے فیصلے بھی کر سکتا ہے۔ امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں غیر مجتہد کو بھی قاضی بنایا جاسکتا ہے جن مسائل کے بارے میں وہ اگر علم نہیں رکھتا تو وہ اہل علم سے پوچھ کر فیصلہ کرے۔ یہ امام ابو حنیفہ کی انفرادی رائے ہے۔ جمہور فرماتے ہیں غیر مجتہد قاضی کی تقرری باطل ہے۔ اس کی وجہ یہ کہ منصب قضاء کسی ایک شخص کو ضرورت کے وقت تفویض کیا جاتا ہے۔ لہذا ایسے شخص کا تقرر جائز ہے جو حق کا التزام کرنے والا نہ ہو۔ یہ کہ وہ حق کو اپنے تابع بنانے والا ہو اس کے برعکس امام ابو حنیفہ اور ان کے ساتھی اس آدمی کو بھی قاضی بنانے کے قائل ہیں۔ جو علماء سے دریافت کر کے مقدمات کا فیصلہ کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔[29]

قاضی کے تقرر کا اختیار

کسی شخص کو یہ اختیار حاصل نہیں کہ وہ محض اپنی رغبت سے اپنے آپ کو قاضی کے عہدے پر متعین کرے۔ قاضی چونکہ خلافت اسلامیہ کی اہم ولایت میں سے قضاء کی ولایت کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ قضاء کے امور میں خلیفہ کا نائب اور نمائندہ ہوتا ہے۔ اس لئے اس کا مطلب یہ ہے کہ کہ وہ حکومتی منصب میں سے اہم ترین منصب پر فائض ہوتا ہے۔ چنانچہ قاضی کا تقرر حکومت کی طرف سے ہوتا ہے۔ حکومت کی طرف سے متعین کا مطلب یہ ہے کہ یا تو خود اسکو خلیفہ متعین کرے یا وہ شخص جس کو خلیفہ نے اختیار سونپا ہو وہ قاضی کا تعین کرے کیونکہ قضاء کے لئے قاضی کی تقرری خلیفہ کے واجبات میں سے ہے۔[30]

---

[26] المائدہ آیت 49

[27] النساء: آیت 105

[28] ایضاً: آیت 59

[29] السرخسي، شمس الدين، المبسوط، دار المعرفة بيروت لبنان، جلد 16، ص 27

[30] غازی، محمود احمد، ادب القاضی، ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد۔ س۔ن، ص 100

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
Vol.9. No.1.2026

خلیفہ کے نائب کی طرف سے قاضی کا تقرر

جس شخص کو خلیفہ کی طرف سے قاضی کے تقرر کا اختیار سونپا گیا ہو اس شخص کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے آپ کو قاضی مقرر کرے اس طرح اس کے لئے یہ بھی جائز نہیں کہ وہ اپنے رشتہ داروں مثلاً باپ، بیٹے وغیرہ کو اس عہدے پر فائض کرے۔[31]

کافر حاکم کی طرف سے قاضی کا تقرر

قاضی کے تقرر کرنے میں اسلام کی شرط نہیں ہے۔عادل اور جابر سلطان کی طرف سے قاضی کا تقرر درست ہے چاہے وہ کافر ہی کیوں نہ ہو۔[32]

صوبوں کے گورنروں کی طرف سے قاضی کا تقرر

صوبوں کے گورنروں کی طرف سے قاضی کا تقرر بھی درست ہے کیونکہ ان کا شمار خلیفہ کے نائبوں میں ہوتا ہے۔خلیفہ کے دیئے ہوئے اختیارات ہی استعمال کرتے ہیں۔اس لئے ان کے لئے جائز ہے کہ وہ خلیفہ کی اجازت سے اپنے علاقے میں قاضی کا تقرر کریں۔اسی طرح اگر کسی صوبے میں خلیفہ نے کسی کو قاضی مقرر کیا ہے تو وہ اس صوبے کے کسی علاقے میں کسی دوسرے کو قاضی مقرر کر سکتا ہے۔[33]

قاضی القضاۃ کی طرف سے قاضی کا تقرر

قاضی القضاۃ کو بھی اپنے دائرہ اختیار میں قاضی کے تقریر کا اختیار حاصل ہے۔سب سے پہلے یہ لقب امام ابو یوسف کو عطا کیا گیا۔کیونکہ ان کا حکم پورے علاقے پر نافذ ہوتا تھا۔امام ابو یوسف کو جب اس عہدے پر فائز کیا گیا تو انھوں نے اپنے زیر اثر حلقوں میں اپنی مرضی سے قضاۃ کا تقرر کیا۔[34]

اہل علم اور صاحب الرائے لوگوں کی طرف سے قاضی کا تقرر

اگر کسی شہر میں حاکم وقت اور قاضی القضاۃ کی طرف سے قاضی کا تقرر ممکن نہ ہو تو اس شہر کے لوگوں میں سے اہل علم اور صاحب الرائے کسی شخص کو قاضی مقرر کر دے تو ان کی طرف سے قاضی کا تقرر درست ہو گا۔[35]

قاضی کے تعین کا طریقہ کار

صالح قاضی کا انتخاب

خلیفہ وقت کی ذمہ داری ہے کہ وہ قضاء کے منصب پر اس شخص کو مقرر کرے جو اس منصب کا اہل ہو۔اگر خلیفہ ذاتی طور پر جانتا ہے کہ یہ شخص منصب کے لئے اہل ہے تو وہ اس کو قاضی منتخب کر دے۔اگر ذاتی طور پر نہیں جانتا تو اہل علم سے اس کے بارے میں معلومات جمع کرے۔جب خلیفہ اس شخص کی صلاحیتوں سے متاثر ہو جائے تو وہ اس شخص کے تعین کے احکامات صادر کرے۔[36]

---

[31] ابن قدامہ المغنی، دار المنار قاہرہ1368ھ، جلد9، ص106

[32] غازی، محمود احمد، ادب القاضی، ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد۔ س۔ن، ص203

[33] الماوردی، ابو الحسین علی بن محمد بن حبیب، احکام السلطانیہ مترجم پروفیسر ساجد الرحمن صدیقی اسلامی پبلی کیشنز لاہور1990ء، ص135

[34] ابو الفداء اسماعیل عماد الدین، مترجم پروفیسر کوکب شادانی، البدایہ والنہایہ، نفیس اکیڈمی، کراچی، ج10، ص180

[35] الماوردی، ابو الحسین علی بن محمد بن حبیب، احکام السلطانیہ مترجم پروفیسر ساجد الرحمن صدیقی، اسلامی پبلی کیشنز لاہور1990ء، ص140

[36] ابن قدامہ، المغنی، دار المنار قاہرہ1368ھ، جلد9، ص38

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
Vol.9. No.1.2026

قضاء میں تعین کے قواعد وضوابط

عصر حاضر میں قضاء کے امیدواروں کی صلاحیتوں کو جاننے کے لئے قواعد وضوابط وضع کئے جاسکتے ہیں۔ان قواعد میں کسی کی علمی صلاحیت کے لئے یونیورسٹی کی ڈگری کا ہونالازمی قرار دیا جاسکتا ہے۔اس سے امتحان بھی لیا جاسکتا ہے۔

تقرری کے لئے امیدوار بننا

موجودہ حالات میں حکومت وقت قاضیوں کے تقرر کے لئے امیدواران سے درخواستیں طلب کر سکتی ہے تاکہ تعین سے قبل امیدواروں کے متعلق جتنی معلومات ضرورت ہوں وہ جمع کر سکیں۔اس طرح کی یہ کوشش اسلامی اصولوں کے منافی نہیں ہے یہ اصول اس وقت لاگو ہو گا جب امیدواروں کی تعداد کم ہو اور حکومت کو ان کی صلاحیتوں کا علم بھی ہو۔لیکن جب امیدواروں کی تعداد زیادہ ہو تو یہ جائز ہے کہ امیدوار حکومت کو اپنی صلاحیتوں سے آگاہ کریں۔لیکن یہ جائز نہیں کہ وہ اپنی تقرری کے لئے میرٹ سے ہٹ کر کوشش کریں۔[37]

قاضی کا اپنے منصب کو سنبھالنا

جب کسی شخص کا بطور قاضی تقرر ہو جائے اس کو چاہیے کہ وہ جا کر اپنے فرائض سنبھالے۔مقرر شدہ قاضی کے لئے یہ بھی جائز ہے کہ وہ اس شہر اور وادی کے لوگوں کی معلومات جمع کرے۔وہ جب وہاں پہنچے تو منادی یا کسی اور طریقے سے جیسے اخبارات وغیرہ ہیں ان کے ذریعے اپنی آمد اور تقرری سے متعلق آگاہ کرے۔وہ لوگوں کو عدالت کے اوقات سے بھی آگاہ کرے قاضی اپنے منصب کا چارج پرانے قاضی سے لے اس سے ضروری دستاویزات حاصل کرے جن کا فیصلہ ہونا ابھی باقی ہے جب چارج لینے سے فارغ ہو جائے تو اپنی عدالت کو دیکھے۔جو لوگ جیل خانہ جات میں ہوں ان کے امور کو دیکھے اگر ان میں سے کوئی رہائی کے حقدار ہوں تو ان کو رہا کرے۔یتیموں، مسکینوں اور محروم طبقے کے لوگوں کے لئے دعوی از خود نوٹس لے اور اس ضمن میں عدل وانصاف سے فیصلہ کرے۔اگر قاضی کے جو نائب لوگ ہیں وہ بد دیانت ہوں تو ان کو اس منصب سے الگ کر دے اور اپنے فرائض منصبی ادا کرے۔قاضی کے لئے ضروری ہے کہ وہ باوقار گفتگو کرے۔جھوٹ، فحش گوئی اور دوسروں کا مذاق اڑانے والی بات نہ کرے۔[38]

قاضی کے لئے منصب قبول کرنے کا حکم

اگر کسی شہر میں ایک ہی شخص منصب قضاء کا اہل ہو تو فقہاء اس رائے پر اتفاق کرتے ہیں کہ اس شخص کو منصب قبول کرنا لازم ہے اگر وہ ایسا نہیں کرتا تو گناہ گار ہو گا۔مزید یہ ہے کہ حاکم وقت اس کو مجبور کرنے کا حق رکھتا ہے اگر شہر میں اس منصب کے لئے ایک سے زائد لوگ موجود ہوں تو قبول کرنے والے شخص کے لئے جمہور علماء کے نزدیک ترک کر دینا بہتر ہے جب کہ بعض کے نزدیک قبول کرنا افضل ہے۔[39]

کیونکہ نبی مہربان صلی علیم اور خلفائے راشدین منصب قضاء پر فائض رہے۔اس لئے جو قضاء کے ذریعے اللہ کی رضا چاہتے ہیں ان کے لئے یہ افضل ترین عبادت ہے۔نبی کریم صلی امام نے فرمایا:

عَدْلُ يَوْمٍ مِنْ إِمَامٍ عَادِلٍ أَفْضَلُ مِنْ عِبَادَةِ سِتِّينَ سَنَةً "۔[40]

ترجمہ: عادل امام کا ایک دن کا عدل عابد کی ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہے۔

ایک اور موقع پر آپ صلی الم نے ارشاد فرمایا:

---

[37] الحق، محمد ضیاء ڈاکٹر سول انتظامیہ، مجلہ الاضواء، جلد10، شمارہ نمبر13 پنجاب یونیورسٹی لاہور2000ء، ص161

[38] ابن قدامہ المغنی، دار المنار قاہرہ1368ھ، جلد9، ص44

[39] الحصکفي، علاؤالدین، الدر المختار مع حاشیہ ابن عابدین، طبع قاہرہ1947ء، ج5، ص368

[40] نسائی، امام ابو عبد الرحمن، احمد بن شعیب سنن نسائی، کتاب آداب القضاۃ، باب الامام العادل، حدیث نمبر،5382ج7، ص318

" سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَوْمَ لَاظِلَّ إِلَّاظِلَّةَ الْإِمَامَ الْعَادِلِ"[41]

ترجمہ: سات لوگوں کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن سائے میں رکھے گا جس دن کوئی سایہ نہ ہو گا ان میں سے ایک امام عادل بھی ہے۔

جو فقہاء منصب قضاۃ ترک کرنے کو افضل قرار دیتے ہیں ان کی دلیل آپ صلی الم کا یہ ارشاد گرامی ہے:

مَنْ جُعِلَ قَاضِيًا بَيْنَ النَّاسِ فَقَدْ ذُبِحَ بِغَيْرِ سِكِيْنٍ "[42]

ترجمہ: جس شخص کو لوگوں کے درمیان قاضی بنایا گیا گویا اس کو بغیر چھری کے ذبح کیا گیا۔

اس لئے صحابہ کرام میں حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور کبار فقہاء میں ابو حنیفہ نے اس منصب قضاء کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اس منصب کے ترک کرنے کو اس لئے بھی افضل قرار دیا ہے کہ اس منصب کو قبول کرنا مکروہ ہے جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ ہم نے مندرجہ بالا حدیث میں فرمایا ہے۔

قاضی کے فرائض واختیارات

اسلامی تاریخ کے مختلف ادوار میں خلفاء قاضی کو بہت سے فرائض واختیارات بھی سونپتے رہے ہیں۔ وہ اختیارات مندرجہ ذیل ہیں:

تنازعات اور جھگڑوں کا باہمی رضامندی سے فیصلہ کرنا، ظالم کا ظلم سے روکنا، مظلوموں کی مدد کرنا اور حقدار کو حق دلانا، جنون اور بچپن کی وجہ سے جن کے تصرفات روک دیئے جائیں ان کے اموال پر نگران مقرر کرنا، وصیتوں کا نفاذ کرنا، او قاف کی نگرانی، ولی کے نہ ہونے یا عورتوں کو طلاق دینے پر ان کے نکاح کروانا، حدود کا قائم کرنا، کسی آدمی کو راستے میں عمارت بنانے نہ دینا، اپنے امین اور شاہد کی جانچ پڑتال کرنا اور تصفیہ طلب مقدمات میں زور آور، کمزور اور شریف وغیر شریف میں کوئی فرق نہ رکھے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا۔[43]

آداب القاضی

ادب سے مراد اخلاق حمیدہ ہیں لیکن یہاں پر وہ قواعد وضوابط مراد ہیں جن پر پابندی کرنا قانونی ضروری ہوتی ہے۔ قاضی کو چاہیے کہ وہ انصاف اور منصب قضاء کے متقاضی کچھ آداب کا خیال رکھے جن میں سے کچھ امور کا ذیل میں ذکر کیا جاتا ہے۔

1۔ اہل علم اور ماہرین شریعت سے مشورہ لینا

قاضی کے لئے ضروری ہے کہ اس کے ساتھ فقہاء اور اہل علم کی جماعت ہو جو اس کو گاہے بگاہے مشورہ دیں۔ اور درست رائے تک پہنچنے میں معاون ہوں۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا پانچ چیزوں میں سے اگر ایک چیز بھی قاضی سے رہ گئی تو اس کے اندر عیب اور خرابی پیدا ہو جائے گی۔

1۔ وہ فہم ودانش رکھتا ہو۔ 2۔ نرم مزاج، بردبار، وسیع القلب ہو۔ 3۔ عفیف، پاکدامن اور بلند کردار والا ہو۔ 4۔ قوانین کے نفاذ میں مضبوط دل والا ہو۔ 5۔ عالم دین اور اہل علم سے مسائل دریافت کرنے والا ہو۔[44]

اس لئے قاضی کی مجلس میں فقہاء کی ایک جماعت کا ہونا لازم ہے تاکہ وہ بوقت ضرورت ان فقہائے کرام سے اجتماعی مشاورت کر سکے۔

2۔ فریقین کے درمیان مساوات

قاضی کے لئے ضروری ہے کہ وہ فریقین کو بٹھانے، مخاطب کرنے دیکھنے اور اشارہ وغیرہ میں بھی برابری رکھے کسی ایک کو کسی کے بارے میں ترجیح نہ دے، آپ صلی الم کا ارشاد پاک ہے۔

---

[41] ابو داؤد سلیمان بن اشعث سنن ابي داوٗد، کتاب القضاۃ، باب طلب القضاء، ج4، ص765، حدیث 3571

[42] الماوردی، ابو الحسین علی بن محمد بن حبیب، احکام السلطانیہ مترجم پروفیسر ساجد الرحمن صدیقی اسلامی پبلی کیشنز لاہور، 1990ء، ص137-132

[43] البخاری، محمد بن اسماعیل ابو عبد اللہ، صحیح بخاری، کتاب الاحکام، باب قاضی بننے کی شرائط، ج8، ص430، حدیث نمبر 7162

[44] طبرانی، سلیمان بن احمد بن ایوب، معجم الکبیر، بحوالہ نصب الرایہ کتاب آداب القاضي، ج4، ص148

"مَنْ ابْتَلَى بِالْقَضَاءِ بَيْنَ الْمُسْلِمِيْنَ فَلْيَسُوا بَيْنَهُمْ فِي الْمَجْلِسِ وَالْإِشَارَةِ وَالنَّظْرِ وَلَا يَرْفَعُ صَوْتَهُ عَلَى أَحَدِ الْخَصْمَيْنِ أَكْثَر مِنَ الْآخَرِ"[45]

ترجمہ: جس شخص کو دو مسلمانوں کے درمیان قاضی مقرر کیا گیا ہو پس وہ لوگوں کے بیٹھنے اور اشارہ کرنے میں امتیاز کو روانہ رکھے اور نہ ہی وہ فریقین میں سے کسی ایک پر اپنی آواز کو کو بلند کرے۔

3-ہدیہ قبول نہ کرے

قاضی رشتے داروں کے سوا کسی اور سے ہدیہ قبول نہ کرے کیونکہ ایسے ہدیے رشوت لینے کے زمرے میں آتے ہیں۔ نبی کریم صلی علیم نے فرمایا:

لَعَنَهُ اللهُ عَلَى الرَّاشِي وَالْمُرْتَشِي" [46]

ترجمہ: اللہ کی لعنت ہے رشوت لینے اور دینے والے پر۔

غصے اور پریشانی کی حالت فیصلہ نہ کرنا

قاضی غصے، پریشانی، بھوک، پیاس، اور نیند کی حالت میں فیصلہ نہ کرے کیونکہ نبی مہربان صلی علیم نے فرمایا:"لَا يَحْكُمُ بَيْنَ اثْنَتَيْنَ وَ هُوَ غَضْبَانٌ" [47]

ترجمہ: کوئی فیصلہ کرنے والا غصے کی حالت میں دو افراد کے درمیان ہر گز فیصلہ نہ کرے۔

اس لئے مقدمہ کی سماعت اور فیصلہ دینا اطمینان اور سکون کی حالت میں ہونا چاہیے۔ جذباتی اور ہیجانی حالت میں فیصلہ نہیں ہونا چاہیے۔

5 منصب قضاء کی خواہش اور طلب سے اجتناب کرنا

حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی الم نے فرمایا جو شخص قاضی ہو اور بغیر علم کے فیصلہ کرے وہ جہنمیوں میں سے ہے اور جو قاضی عالم ہو اور عدل سے فیصلہ کرے وہ یہ سوال کرے گا کہ اس کے ساتھ برابر کا معاملہ کر دیا جائے" حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو سننے کے بعد میں قضاء کی خواہش نہیں کرتا۔[48]

اس روایت سے ثابت ہوا کہ منصب قضاء کی خواہش اور طلب سے اجتناب برتا گیا ہے۔ ایسے شخص کو اس منصب پر فائض کرنے کی اسلامی شریعت مخالفت کرتی ہے۔ اس لئے ایسا شخص اس منصب کو اپنی ذاتی شہرت و مفاد کے لئے استعمال کرنے کا خواہاں ہو گا۔

6۔اجتہاد و تحقیق کے بعد فیصلہ سنانا

قاضی کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی آرام طلبی، تن آسانی اور لاپرواہی سے کام نہ لے بلکہ مقدمے کی نوعیت، فریقوں کے بیانات، گواہوں کی شہادت سمجھنے اور حکم شرعی معلوم کرنے ، زیر سماعت مقدمے پر انطباق کرنے میں اپنی ساری امکانی تحقیق اور اعلیٰ صلاحیت وقف کرنے کے بعد فیصلہ کرے۔ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی علیم نے فرمایا:

"إِذَا حَكَمَ الْحَاكِمِ مَاجْتَهَدَ ثُمَّ أَصَابَ فَلَهُ أَجْرَانِ وَإِذَا حَكَمَ مَاجْتَهَدَ ثُمَّ أَخْطَا فَلَمْ أَجْرًا"[49]

ترجمہ: جب حاکم نے اپنے اجتہاد سے فیصلہ کر لیا اور پھر وہ فیصلہ صحیح کیا ہو تو اس کو دو اجر ملیں گے اگر قاضی نے اپنے اجتہاد سے فیصلہ کیا اور غلط نتیجے پر پہنچا اس کو ایک اجر ملے گا۔

---

[45] الامام، حافظ ابی العلاء محمد عبد الرحمن، تحفۃ الخوذی بشرح الترمذی، دار الکتب العلمیۃ بیروت، ج4، ص 471

[46] نیشاپوری مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، ج3، ص539، حدیث نمبر 4490

[47] البیہقی، ابی بکر احمد بن حسین بن علی سنن الکبری، دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان 1992ء، ج2، ص359

[48] نیشاپوری، مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، ج3، ص538، حدیث نمبر 4487

[49] شربتی، شمس الدین الخطیب شافعی، مغني المحتاج، قاہرہ 1985ء، ج4، ص390

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
Vol.9. No.1.2026

7-عدالت کی جگہ

آئمہ شافعیہ کہتے ہیں قاضی مسجد میں عدالت نہ لگائے کیونکہ مقدمات کی سماعت میں بہت سے امور ایسے ہیں جو مسجد کے آداب کے منافی ہیں۔[50]

جمہور کی رائے میں نبی کریم صلی علیم اور صحابہ تابعین کی اقتداء میں مسجد میں عدالت لگانے میں کوئی حرج نہیں۔[51]

8- قاضی کے معاونین

قاضی کے لئے ضروری ہے وہ اپنے محکمے میں ایسے لوگوں کو سیکرٹری (کاتبین) مقرر کرے جو مسلمان ہوں، دیانتدار اور امین ہوں، ریکارڈ درست رکھنے کی صلاحیت رکھتے ہوں۔ غیر مسلم اور فاسق پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔[52]

9۔ فریقین میں مصالحت

اگر مصالحت کی امید پر قاضی فریقین کو صلح کا موقع دیتے ہوئے لوٹا دے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ مگر صلح کی امید نہ ہونے پر فریقین کو مہلت نہیں دے گا۔[53]

10-ہمہ وقت فارغ اور ذاتی کاروبار سے اجتناب کرنا

قاضی اور اس کے اہل وعیال کی معاشی کفالت کی ذمہ داری معاشرے کی ہے۔ قاضی کی کفالت بیت المال کے ذمے ہے۔ قاضی کو ذاتی تجارت سے اجتناب کرنا چاہیے۔ قاضی شریح قومی خزانے سے تنخواہ لیتے تھے۔اس طرح حضرت ابو بکر صدیق وحضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیت المال سے تنخواہ لیتے تھے۔

قاضی کے اختیارات کا ختم ہو جانا

جن امور سے وکالت ختم ہو جاتی ہے۔ ان امور سے قاضی کا اختیار بھی ختم ہو جاتا ہے مثلاً معزول کر دینا، موت اور جنون کی وجہ سے وکالت ختم ہو جاتی ہے۔ قاضی کا اختیار نہیں ہے۔ مؤکل کی موت سے بھی وکالت ختم ہو جاتی ہے مگر حاکم کی موت سے قاضی کا اختیار ختم نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ حاکم نے اسے مسلمانوں کو دیئے ہوئے اختیار کی بناء پر قاضی کو مقرر کیا ہوتا ہے۔[54]

سفارشات

1. اسلامی عدالتی اصولوں کی دستوری حیثیت

مسلم ممالک میں آئینی و قانونی سطح پر اسلامی نظامِ قضاء کے بنیادی اصولوں—خصوصاً عدل، مساوات، دیانت اور جواب دہی—کو واضح اور مؤثر حیثیت دی جائے، تاکہ عدالتی نظام محض قانونی نہیں بلکہ اخلاقی و دینی بنیادوں پر بھی قائم ہو۔

2. قاضی کی تقرری میں علمی و اخلاقی معیار کی پابندی

ججوں کی تقرری کے عمل میں اسلامی فقہ کے متعین کردہ علمی اہلیت، تقویٰ، دیانت، عدل اور کردار کو بنیادی شرط بنایا جائے، اور تقرری کے لیے شفاف اور غیر سیاسی نظام وضع کیا جائے۔

3. عدالتی تربیت میں فقہِ قضاء کی شمولیت

جوڈیشل اکیڈمیز اور قانون کے تعلیمی اداروں میں فقہِ قضاء، آدابِ قضاء اور عہدِ نبوی ﷺ و خلافتِ راشدہ کے عدالتی نمونوں کو باقاعدہ نصاب کا حصہ بنایا جائے۔

---

50 الکاسانی، علاؤالدین، ابو بکر بن مسعود، بدائع الصنائع، ج7، ص13

51 ایضاً، ج7، ص12

52 ایضاً، ج7، ص13

53 رفیع اللہ شہاب، اسلامی ریاست کا عدالتی نظام، قانونی کتب خانہ لاہور، ص105

54 الکاسانی، علاؤالدین، ابو بکر بن مسعود، بدائع الصنائع، ج7، ص16

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
Vol.9. No.1.2026

4. خطِ عمر بن خطابؓ کو عدالتی ضابطۂ اخلاق کے طور پر اپنانا

حضرت عمر بن خطابؓ کے مشہور خطِ قضاء کو جدید عدالتی ضابطۂ اخلاق (Judicial Code of Conduct) کی تشکیل میں رہنما اصول کے طور پر اختیار کیا جائے۔

5. اجتہاد اور فہمِ مقاصدِ شریعت کی حوصلہ افزائی

قضاۃ اور ججوں میں مقاصدِ شریعت، فقہی بصیرت اور حالاتِ حاضرہ کے فہم پر مبنی اجتہادی صلاحیت کو فروغ دیا جائے تاکہ فیصلے روحِ شریعت سے ہم آہنگ ہوں۔

6. عدالتی آزادی اور غیر جانبداری کا تحفظ

اسلامی تصورِ عدل کے مطابق عدلیہ کو انتظامیہ اور سیاست سے مکمل آزادی دی جائے، تاکہ قاضی بلا خوف و دباؤ حق و انصاف کے مطابق فیصلے کر سکے۔

7. عدالتی تاخیر کے خاتمے کے لیے اسلامی اصولوں کا نفاذ

اسلامی عدالتی روایت کی روشنی میں مقدمات کے فوری اور مؤثر فیصلے کے اصول اپنائے جائیں، کیونکہ انصاف میں تاخیر کو اسلام ظلم کے مترادف قرار دیتا ہے۔

8. مصالحتی نظام (تحکیم و صلح) کا احیاء

قرآن و سنت کی روشنی میں صلح، تحکیم اور ثالثی کے نظام کو جدید عدالتی ڈھانچے کا حصہ بنایا جائے تاکہ معاشرتی تنازعات کم ہوں اور عدالتی بوجھ میں کمی آئے۔

9. اسلامی عدالتی تاریخ پر جدید تحقیقی کام کی حوصلہ افزائی

جامعات اور تحقیقی اداروں میں اسلامی نظامِ قضاء پر بین الاقوامی معیار کی تحقیق، تقابلی مطالعہ اور جدید قانونی نظاموں سے موازنہ کرنے کے منصوبے شروع کیے جائیں۔

10. عوامی سطح پر عدلِ اسلامی کی آگاہی

مساجد، تعلیمی اداروں اور میڈیا کے ذریعے عوام کو اسلامی تصورِ عدل، حقوق و فرائض اور عدالتی اخلاقیات سے آگاہ کیا جائے تاکہ انصاف کا شعور معاشرے میں راسخ ہو۔

نتائج تحقیق

تحقیق کے نتائج واضح طور پر یہ ظاہر کرتے ہیں کہ اسلامی نظامِ قضاء وعدل ایک جامع، متوازن اور اخلاقی اصولوں پر استوار نظام ہے، جس کی بنیاد عہدِ نبوی ﷺ میں رکھی گئی۔ رسول اکرم ﷺ اللہ تعالیٰ کی طرف سے منصبِ قضاء پر مامور تھے اور آپ ﷺ نہ صرف مسلمانوں کے اولین اور اعلیٰ ترین قاضی تھے بلکہ عدالتی فیصلوں میں ان کی مثال اخلاق، انصاف اور روحانیت کی بہترین ترجمانی کرتی تھی۔ تحقیق سے یہ بات سامنے آئی کہ اسلامی عدالتی نظام کا مقصد صرف قانونی تنازعات کے حل تک محدود نہیں بلکہ یہ ظلم کا خاتمہ، مظلوم کی دادرسی، معاشرتی امن کی بقا اور عدل و انصاف کے قیام کے لیے ایک اخلاقی اور روحانی فریضہ بھی ہے۔ نبی ﷺ کے عہد میں عدالتی فیصلے صرف قوانین کے نفاذ تک محدود نہیں تھے بلکہ وہ معاشرتی، اخلاقی اور روحانی معیار کے مطابق بھی تھے، جو معاشرے میں انصاف اور مساوات کو فروغ دینے کے لیے لازم و ملزوم تھے۔ خلافتِ راشدہ خصوصاً حضرت عمر فاروقؓ کے دور میں قضاء کے نظام نے ایک مضبوط ادارہ جاتی شکل اختیار کی۔ حضرت عمرؓ نے قاضی کی تقرری کے لیے اہلیت و شرائط، اختیارات اور آدابِ قضاء کی واضح بنیاد رکھی۔ ان کے مشہور خطِ قضاء نے اسلامی عدالتی نظام کے اصول و ضوابط کی بنیاد رکھی، جسے بعد میں فقہاء اور محدثین نے عدالتی نظام کے بنیادی دستور کے طور پر تسلیم کیا۔ تحقیق میں یہ بھی ظاہر ہوا کہ قاضی کے لیے لازمی شرائط میں اسلام، بلوغ، عقل، عدالت، آزادی، سماعت و بصارت، علمِ شریعت اور اجتہاد کی صلاحیت شامل ہیں، اور یہ تمام خصوصیات عدالتی فیصلوں میں انصاف، غیر جانبداری اور اخلاقی معیار کو یقینی بنانے کے لیے بنیادی حیثیت رکھتی ہیں۔

اموی اور عباسی ادوار میں عدالتی نظام نے مزید وسعت اختیار کی، جس میں قاضی القضاۃ، صوبائی اور حکومتی سطح پر قاضی کی تقرری، منصبِ قضاء قبول یا ترک کرنے کے احکام، عدالتی اختیارات اور آدابِ قضاء کو منظم کیا گیا۔ تحقیق سے یہ بات بھی سامنے آئی کہ اسلامی قضاء صرف قانونی ڈھانچہ نہیں بلکہ ایک اخلاقی و روحانی ذمہ داری ہے، جس کے عملی نفاذ کا مقصد معاشرتی عدل، ظلم کی روک تھام اور مظلوم کی دادرسی ہے۔ اس کے علاوہ، عدالتی اصولوں کی پابندی معاشرتی ہم آہنگی، اعتماد اور امن کو بھی فروغ دیتی ہے۔

عصرِ حاضر میں اگر اسلامی عدالتی اصولوں کو ان کی روح، مقاصد اور اخلاقی بنیادوں کے مطابق نافذ کیا جائے تو یہ جدید عدالتی نظام کے لیے ایک مضبوط، منصفانہ اور عملی نمونہ فراہم کر سکتے ہیں۔ تحقیق میں یہ بھی واضح ہوا کہ اسلامی عدالتی نظام میں نہ صرف قانونی مساوات بلکہ اخلاقی اور روحانی اقدار کی ترجمانی بھی موجود ہے، جو ہر دور میں معاشرتی انصاف اور اجتماعی امن کے قیام کے لیے لازمی ہیں۔ اس تحقیق کے نتائج یہ بھی بتاتے ہیں کہ اسلامی قضاء میں قاضی کی اہلیت اور اخلاقی معیار کا براہِ راست تعلق عدالتی فیصلوں کی شفافیت، مؤثریت اور معاشرتی قبولیت سے ہے، اور یہی وجہ ہے کہ اسلامی قضاء کو صرف ایک قانونی ادارہ نہیں بلکہ ایک مکمل عدالتی، اخلاقی اور روحانی نظام کہا جا سکتا ہے۔